www.emarsiya.com

مرثیہ

مملکت نظم کی ہے تابعِ فرماں کس کی

درحالِ حضرت عباسؑ

سنہ تصنیف

1917

(۷)

رفعتا چرخ چہارم پہ پہونچنا ہے محال
نہ ترقی اسے سمجھو کہ یہ ہے خواب و خیال
بدر کی روشنی دے سکتا ہے کس طرح ہلال
جب بھی ناقص ہو اگر لاکھ کرو کسب کمال
موشگافانِ سخن سے کوئی کب جیتا ہے
ہو کے قائل یہی کہہ دیں گے کہ ہاں دیکھا ہے

(۸)

یوں نہ سمجھیں گے مسیحا کبھی بیمار سخن
دھوکے کھا کھا کے نہیں چھنتے خریدار سخن
منہ پھرا لیتے ہیں دلدادۂ دیدار سخن
سرد ہوتا ہی چلا جاتا ہے بازار سخن
تھی جو اُس چاہ سے گاہک نہیں اب تک سکتے
نام سے یوسفِ کنعاں کے نہیں بک سکتے

(۹)

نہ کہو اُن کی شکوفوں میں جو داماں ڈھونڈیں
خار زاروں میں بہار چمنستاں ڈھونڈیں
ذرّوں میں روشنیٔ مہرِ درخشاں ڈھونڈیں
زہر میں جو صفت چشمۂ حیواں ڈھونڈیں
ایک محتاج کو سمجھیں کہ شہنشاہ ہے یہی
راہ گم گشتہ کو کہدیں خضرِ راہ ہے یہی

سلام

جو گدائے سرِ در ہر دوسرا کے پاس ہے
وہ نہ قاروں پاس ہے نہ پادشاہ کے پاس ہے
کیوں ڈریں مرقد کی ظلمت سے غلامانِ علی
شمع داغ شاہِ دیں اہلِ عزا کے پاس ہے
جب شبِ معراج یاد آئے نبیؐ کو مرتضیٰ
عرش سے آواز آئی وہ خدا کے پاس ہے
ذوالفقار حیدری کے تن پہ یہ جوہر نہیں
فتح کی تحریر تیغِ برق زا کے پاس ہے
درد عصیاں کی دوا دنیا میں ہے خاکِ شفا
اے مسیحا خاک اہلِ کیمیا کے پاس ہے
کیوں نہ اس کا مرتبہ برتر ہو باغِ خلد سے
گلشنِ زہراؑ زمینِ کربلا کے پاس ہے
جوہری کہتے تھے دندان و لبِ شہؑ دیکھ کر
معدنِ الماس لعلِ بے بہا کے پاس ہے
کہتا تھا تڑ وہ بھک سکتا نہیں راہِ نجات
اے لعینو جو امامِ رہنما کے پاس ہے
سوئے کعبہ کیوں نہ جاؤں بت کدہ کو چھوڑ کر
نار سے ہے دور جو نورِ خدا کے پاس ہے

(۴)

تیغ وہ تیغ کہ کھلتا رہے جس کا کس بل
باتوں ہی باتوں میں ہو جاتی ہو جس پر صیقل
معرکوں میں جو نہ رک جائے دمِ رد و بدل
بات کہنے میں کرے فیصلہ ہو ایسا پہل
غول احباء کے حمایت کے لئے ساتھ نہ ہوں
نکلیں جو ہاتھ بتائے ہوئے وہ ہاتھ نہ ہوں

(۵)

کرلے تسلیم جسے شاہِ سخن دنیا بھر
مانے اُستاد زمانہ جسے ہر فرد و بشر
معرضِ شک میں نہ ہو رکھتا ہو اک عام اثر
مسئلے فن کے کیا کرتا ہو طے شام و سحر
رکھے ہر امر میں جو وضع ادب و جد کی بھی
یہ نہ باتیں ہوں تو توہین ہے مسند کی بھی

(۶)

کام اُنہیں کا ہے یہیں کٹ گئیں عمریں جن کی
چاہیئے ہے کرے انسان طلب ممکن کی
زینہ زینہ چڑھو باتوں پہ لگے ہو کن کی
ہم کو بھی دیکھنا ہے یہ ہوا کے ان کی
ہوش جب ہوگا کہو گے کہ یہ ہم کو کیا تھا
پیروں سونچو گے یہی خواب کوئی دیکھا تھا

رباعی

ہم ان کو نبیؐ اور نہ خدا کہتے ہیں
کشتی دیں کا ناخدا کہتے ہیں
حیرت ہے ہمیں سُن کے علیؑ کے رتبے
غلامانِ علی دیکھو تو نصیری انھیں کیا کہتے ہیں

رباعی

جوہر نہیں مئی مجھے دے کے دوست غم کھاتے ہیں
پاس ہے دنیا کے عزیز و اقربا جاتے ہیں
کیوں فکر تہہِ خاک ہو تنہائی کی
یہ لوگ چلے تو بو ترابؑ آتے ہیں

رباعی

نظارہ بجا کوچ کا دل مضطر ہے
احباب کا غم نہ فکر مال و زر ہے
اعمال جو اپنے ہیں نہ ہونگے اپنے
ساتھی ہیں بُرے مجھے اُنھیں سے ڈر ہے

مملکت نظم کی ہے تابعِ فرماں کس کی

مملکت نظم کی ہے تابعِ فرماں کس کی
خلق میں فوجِ مضامیں ہے فراواں کس کی
دھاک دشمن پہ بندھی رہتی ہے یکساں کس کی
ہے سدا فتح و ظفر ہمنۂ احساں کس کی
شرق سے غرب تلک چلتا ہے سکۂ کس کا
ہفت اقلیمِ بلاغت پہ ہے قبضہ کس کا

(۲)

ہے فزوں شوکتِ جمشید و حشمت کس کی
قبضہ و ملک میں ہے تختِ فصاحت کس کی
موشگافانِ سخن پر ہے حکومت کس کی
قوتِ سامعہ ہے بندۂ طاعت کس کی
دہر میں کس کو شہنشاہِ سخن مانتے ہیں
زیب وہ تاجِ بلاغت کا کسے جانتے ہیں

(۳)

یہ وہ دولت ہے برابر ہیں جہاں شاہ و گدا
خاک ہوتی ہے یہیں حشمت و جاہ کسریٰ
یہ تو یہ بندھ نہیں سکتی ہے سلیمانؑ کی ہوا
یاں مگر چلتی ہے اُس کی جو رکھے ذہنِ رسا
کچھ نہیں ہوتا اگر شوکت و شاں رکھتا ہو
تاج و تخت اُس کا ہے جو تیغ زباں رکھتا ہو

www.emarsiya.com

(۱۰)

داغ لالہ کو یہی دل کا سویدا کہہ دیں
آپ بیمار جو ہو اُس کو مسیحا کہہ دیں
لب ساحل کی تری دیکھیں تو دریا کہہ دیں
یہ تو یہ تکیۂ موہوم کو صحرا کہہ دیں
جو سرِ طور ہو اُس شخص کو موسیٰ سمجھیں
برقِ خرمن کو یہی برقِ تجلّی سمجھیں

(۱۱)

دیکھ پائیں گلِ پژمردہ تو گلشن سمجھیں
ماہِ نو زاغ کو بلبل کا نشیمن سمجھیں
ایک دانہ ہو سرِ راہ تو خرمن سمجھیں
حد یہ ہے اسپ خیالی کو بھی توسن سمجھیں
جو تصوّر ہے یہ دنیا سے جدا باندھتے ہیں
نقش بر آب کی یہ لوگ ہوا باندھتے ہیں

(۱۲)

زرِ گل دیکھیں تو کرلیں اُسے کندن تسلیم
جھلکیں شبنم کے بھی قطرہ تو کہیں دُرِّ یتیم
جھونکے لیں تند ہوا کھا کے کہیں ہے یہ نسیم
رنگ پا کے گلِ کاغذ میں ہوں جویائے شمیم
قصد ہوں غنچۂ پژمردہ کے مہکانے کے
دعوے ہوں بلبلِ تصویر کے چہکانے کے

(۱۳)

ذرّۂ خاک کو یہ مہرِ درخشاں کہہ دیں
مور کو زیبِ دہِ تختِ سلیماں کہہ دیں
کورِ باطن کو یہ مستِ مئے عرفاں کہہ دیں
ضد پہ آ جائیں تو انجیل کو قرآں کہہ دیں
کچھ سمجھ میں نہیں آتا یہ نرالی کد ہے
سنگِ موسیٰ ہو تو کہہ دیں حجر الاسود ہے

(۱۴)

سب یہ ہے حق پہ طرف جانتے ہیں خوب ہے دل
پر کہیں تو بھی ہے مشکل نہ کہیں تو مشکل
بات کی بیچ ہو تو ہوجائیں نہ کیوں کر قائل
دل بجھے کو بھی کہے جاتے ہیں حُسنِ محفل
عشق ایسا تو ہو دیوانے بنے جاتے ہیں
شمعِ تصویر کے پروانے بنے جاتے ہیں

(۱۵)

خواہش اس سے یہ نہیں سمجھیں یہ یکتا ہم کو
جن کے مدّاح اُنہیں کا ہے بھروسہ ہم کو
دار دنیا میں کسی کی نہیں پروا ہم کو
فیض سے ان کے ملے مرتبہ اعلیٰ ہم کو
آج مثلِ اب و جد خلق میں نامی ہو جائیں
بگڑی بن جائے اگر اپنے یہ حامی ہو جائیں

(۱۶)

یہ مویّد رہیں کافی ہے فقط ان کی ذات
دغدغے میں نہ کسے اپنی ترقی کی حیات
کوششیں رنگ منانے کی عبث ہیں دن رات
مدعی یوں نہیں شاہد بھی ہیں صادق جو بات
جہلا لاکھ کہیں دھیان میں کب لاتے ہیں
جو ہیں فہمیدہ وہ پڑھنے سے سمجھ جاتے ہیں

(۱۷)

کاوشِ اہلِ حسد سے نہیں ہوتا دل تنگ
ان کے منہ لگنا سمجھتا ہوں میں اپنے لئے ننگ
کل سے کچھ آج زیادہ ہے یونہی دل کی امنگ
جوش آ آ کے طبیعت کا ہے بدلا ہوا رنگ
رحمتِ خالقِ یکتا کا تماشا دیکھیں
اب میری طبع کا چڑھتا ہوا دریا دیکھیں

(۱۸)

سُنیئے ہنگامۂ عاشورِ محرّم کا بیاں
کربلا میں جو ہوئی اُس صفِ ماتم کا بیاں
انبیاء روئے ہیں جس غم میں ہے اُس غم کا بیاں
یعنی آلامِ شہنشاہِ دو عالم کا بیاں
وہ جسے حیدرؑ اور زہراؑ و پیمبرؐ روئے
جس کو چالیس برس عابدِؑ مضطر روئے

(۲۲)

پیچ مشکیزوں پہ منہ رکھتے تھے ہو کر بیتاب
العطش کہتا تھا کوئی تو کوئی آب آب
سر جھکائے ہوئے بیٹھے تھے شہِ عرش جناب
سخنِ خیمہ میں لئے پھرتی تھیں اصغرؑ کو رباب
دودھ بھی خشک تھا پانی بھی نہیں پاتا تھا
پیاس ایسی تھی کہ رہ رہ کے بلک جاتا تھا

(۲۵)

یہ شقاوت ہے کہ دریا کو بھی روکے ہیں لعیں
کچھ ہے لشکر پسرِ سعد کے خیمہ کے قریں
چار سو مورچہ باندھے ہیں ہے اس کا بھی یقیں
کل سے کچھ آج بڑھ آئیں ہیں اُدھر دشمنِ دیں
اشقیا چار طرف تیغ بکف پھرتے ہیں
تیر اب خیمۂ شاہی کے قریں گرتے ہیں

(۲۳)

بار بار آکے یہ کہتی تھی سکینۂ ناداں
آج کیا ہے کہ بہت روتا ہے اصغرؑ لنّاں
میں سمجھتی ہوں کہ ہے مجھ سے سوا تشنہ دہاں
دم بدم پھیرتا ہے پیاس سے ہونٹوں پہ زباں
میرے بھیّا کو مجھے دو کہ میں بہلاؤں گی
تم تو آجائیں تو پانی ابھی منگواؤں گی

(۲۶)

تشنگی سے ہے صغیروں پہ بہت رنج و تعب
ساتھ ناموں کا اس وقت میں ہے اور غضب
ورنہ کچھ فکر نہ تھی ہوتے جو تنہا ہم سب
فوج بڑھ آئی ہے تاخیر کا موقع نہیں اب
آلِ احمدؐ کی مٹا دینے پہ آمادہ ہیں
دیکھ لیں آپ صفیں فوج کی استادہ ہیں

(۲۴)

آئے اتنے میں علمدارِ شہِ عرش پناہ
عرض کی شہؑ سے ہیں آمادۂ فتنہ گمراہ
فوج ہی فوج نظر آتی ہے تا حدِ نگاہ
اس پہ بھی اُمڈی چلی آتی ہے ملکوں سے سپاہ
آپ فرمایئے کیا صلح کے آثار ہیں یہ
رنگ اب ٹھیک نہیں برسرِ پیکار ہیں یہ

(۲۷)

حکم ہو جائے ہمیں بھی کہ مناسب نہیں دیر
ورنہ روباہ یہ ہوتے ہی چلے جائیں گے شیر
جا پڑیں لے کے جو تلواریں یہاں سے بھی دلیر
ہر طرف لاشوں کے انبار ہوں ہر سمت ہوں ڈھیر
پست ایک ایک سیہ بخت کی ہمت ہو جائے
دم میں کافور دماغوں سے رعونت ہو جائے

(۱۹)

خلق میں جس کو معین الضعفا کہتے تھے
روح و جاں اپنی جسے شیرِ خدا کہتے تھے
نسلِ چشمِ رسولؐ دوسرا کہتے تھے
جو ہر اک دکھ میں رضیا لقضا کہتے تھے
وادیٔ ظلم میں تاراج ہوا گھر جن کا
لوٹ نیزہ پہ پھرا چار طرف سر جن کا

(۲۰)

جن کو سردارِ جوانانِ جناں کہتے ہیں
جن کو مذبوحِ قضا پیر و جواں کہتے ہیں
صابر و فاقہ کش و تشنہ دہاں کہتے ہیں
جن کو مظلومِ حسینِ اہلِ جہاں کہتے ہیں
فاطمۂ خلد سے لینے کو جنہیں آتی ہیں
ہو جہاں مجلسِ ماتم وہیں رو جاتی ہیں

(۲۱)

غیر ممکن ہے کہ ہو ان کے مصائب کا بیاں
دھیان آتا ہے تو اُٹھتا ہے کلیجہ سے دھواں
ساتھ وہ بچّوں کا وہ دھوپ وہ چٹیل میداں
بیچ میں خیمۂ شہؑ چار طرف فوجِ گراں
نہ سنی ہوگی زمانے نے یہ مہمانی بھی
اتنا ہو گئی یہ بند کیا پانی بھی

www.emarsiya.com

(۲۸)

ولے یہ سن کے برادر سے شہؑ نیک خصال
خواہش اپنی یہ نہیں گرم ہو میدانِ قتال
کلمہ گو کس کے ہیں اتنا تو کرو دل میں خیال
ہم کو زیبا نہیں اے بھائی کریں ان سے جدال
فرض اپنا ہے کہ ان سب کو ہدایت کر دیں
کوئی بات اُٹھ نہ رہے ختم لو حجت کر دیں

(۲۹)

یاں پہ آئے ہوئے مدت ہی کہ خاطر ہیں ہم
ظلم جو جو ہوں اُٹھائیں گے کہ صابر ہیں ہم
راہِ معبود میں سر دینے کو حاضر ہیں ہم
شکوہ دکھ درد کا کیا ہے کہ مسافر ہیں ہم
گو کہ مطلب نہیں تکلیف سے مہمانوں کی
خیر اتنا تو ہے بستی ہے مسلمانوں کی

(۳۰)

عرض کی رحم نہ فرمائیں کہ یہ ہیں جلاد
عید ہو ان کو اگر آلِ نبیؐ ہو برباد
گر مناسب ہو تو کر لیجئے سامانِ جہاد
نہیں معلوم وہاں جا کے پڑے کیا افتاد
پاسِ احمدؐ کا نہ کچھ خوفِ قیامت ان کو
بچے بچے سے یہاں کے ہے عداوت ان کو

(۳۷)

ذہن سے اب یہ خیالات نکالو زینبؑ
آج سے بھائی سے دل اپنا ہٹا لو زینبؑ
شق جگر ہوتا ہے ان ذکروں کو ٹالو زینبؑ
مل کے سب نانا کی اُمت کو بچالو زینبؑ
سر کٹے آل کی اولاد کی بربادی ہو
آنچ اُمت پہ نہ آئے تو مجھے شادی ہو

(۳۸)

قتل ہوں لاش ہو پامال میانِ لشکر
حلق پر تیر کوئی کھائے کوئی سر پر تیر
چھیدا جائے کسی ناشاد کا برچھی سے جگر
بیڑیاں پہنے کوئی اترے کسی کی چادر
جو جو تکلیف ہو وہ کرلو گوارہ زینبؑ
عاصیوں کو ہے تمہیں سب کا سہارا زینبؑ

(۳۹)

راہِ خالق میں ہر اک ظلم و ستم سہنا ہے
یہ وہی دشت ہے جس میں میرا خوں بہنا ہے
گھر کے چلنے کو مسافر سے عبث کہنا ہے
گھر مبارک تمہیں ہم کو تو یہیں رہنا ہے
دل کو اپنے اسی جنگل کی ہوا بھائی ہے
یہ زمیں تو ہمیں بچپن سے پسند آئی ہے

(۳۱)

شہؑ نے فرمایا کہ اے بھائی نہ تم گھبراؤ
دھیان میرا بھی یہی ہے نہ مجھے سمجھاؤ
کہہ کے ہمشیر سے لشکر کا علم منگواؤ
مجھ مسافر کے رفیقوں سے بھی کہہ کر آؤ
مستعد بہر وفا یاور و انصار رہیں
ساتھ دینا ہے جنہیں میرا وہ تیار رہیں

(۳۲)

یہ اُٹھے سنتے ہی فرمانِ شہؑ عرش اساس
حرمِ پاک کے چہروں سے ٹپکنے لگی یاس
گئے باہر رفقا پاس جنابِ عباسؑ
بدلے احتے میں یہاں شہؑ کے یگانوں نے لباس
کوئی جرار تو کاندھے پہ سپر رکھنے لگا
ڈاب میں کوئی جری تیغ دوسر رکھنے لگا

(۳۳)

شہؑ کے پاس آکے بہن نے یہ کہا با صد غم
کیا تمہیں عباسؑ سے اور آپ سے باتیں باہم
مجھ کو اُلجھن سی ہے اُس وقت سے یا شاہِ امم
کچھ تو فرمائیں کہ کیا تھا یہ ابھی ذکرِ علم
ہائے سامان ہی اب اور نظر آتے ہیں
گھر کے لٹنے کے مجھے طور نظر آتے ہیں

(۴۰)

کہا زینبؑ نے کہ ہے ہے یہ کہا کیا بھائی
ہائے بس جائے گا یہاں گلشنِ زہراؑ بھائی
میرے بے کس مرے بے پر میرے شیدا بھائی
کیا کروں ہائے یہ اندھیر ہے کیسا بھائی
لٹ کے جنگل میں بصد رنج و محن جاؤں گی
ہائے بے بھائی کی ہو کر میں وطن جاؤں گی

(۴۱)

کہہ کے یہ رونے لگیں شق ہوا صدمے سے جگر
اور غش کھا کے گریں ہائے برادر کہہ کر
شہؑ نے گھبرا کے پکارا جونہی خواہر خواہر
مضطرب ہو کے ہر اک سمت سے آیا گھر بھر
بچے حیران تھے کچھ منہ سے نہ کہہ سکتے تھے
جھک کے سب زینبؑ ناشاد کا منہ تکتے تھے

(۴۲)

ہوش آیا تو سوئے اکبرؑ مہرو دیکھا
اور کہا یہ کہ ارادہ ہے کہاں کا بیٹا
سن کے زینبؑ سے یہ چپ ہو گیا وہ ماہ لقا
شہؑ نے فرمایا کہ جانے دو ابھی خوف ہے کیا
نہ پریشاں ہو کہ لڑنے کو نہیں جاتے ہیں
کچھ تردد نہ کرو تم یہ ابھی آتے ہیں

(۳۴)

ہوں گئے ہیں یہ لعیں جان کے ایسے دشمن
جب تلک رہیئے گا پہونچے گے یونہی رنج و محن
میرے نزدیک تو بہتر ہے پلٹ چلئے وطن
اپنے اس کلبہ میں مل جل کے رہیں بھائی بہن
دکھ نہ ہو درد نہ ہوں اور نہ یہ بربادی ہو
کچھ دنوں میں میرے اکبرؑ کی وہاں شادی ہو

(۳۵)

وطن آواروں پہ کیا کم ہے یہی رنج و تعب
قتل کرنے پہ مسافر کے ہیں آمادہ وہ اب
کب سے اس فکر و تردد میں پڑی ہے زینبؑ
خط پہ خط آتے تھے جن کے یہ وہی لوگ ہیں سب
آئے جب یاں نہ ہدایت کے طلب گار ہوئے
گھر مٹانے کو نبیؐ زادہ کا تیار ہوئے

(۳۶)

شہؑ نے فرمایا کہ جو اُس کی مشیت ہمشیر
غمِ دنیا سے ملی کس کو فراغت ہمشیر
سمجھو اس راہ میں تکلیف کو راحت ہمشیر
بیچ منجھدار میں ہے کشتیِ اُمت ہمشیر
فرق اگر صبر و تحمل میں ذرا آئے گا
اُمتِ جد کا بنا کام بگڑ جائے گا

(۴۳)

پھر کہا شہؑ نے علم جا لو کہ اب وقت ہے کم
یہ اُنھیں سنتے ہی فرمانِ شہنشاہِ امم
فقہ حاضر ہوئی لیتی ہوئی سامانِ علم
آگئے احتے میں عباسؑ بصد درد و الم
عرض کی شہؑ سے کہ انصار کھل آمادہ ہیں
آستانِ در و دولت پہ سب استادہ ہیں

(۴۴)

علمِ فوج جو بہنے کو تھیں زینبِ زہراؑ
چوبِ رائت لئے کلثوم کھڑی تھیں اک جا
سامنے کشتی میں سامان لئے تھی فقہ
جس میں پرچم تھا پھریرہ اور اک نیزہ تھا
کھل یہ ساماں جو تھے اُمت کی رہائی کے لئے
بہتِ حیدرؑ بھی بڑھیں عقدہ کشائی کے لئے

(۴۵)

بجتی تھیں یاں علمِ فوج علیؑ کی دختر
منتظر تھے رفقا شوقِ زیارت میں اُدھر
باہر آ آ کے یہ کہہ جاتے تھے زینبؑ کے پسر
کوئی وقفہ نہیں تیار رہے سب لشکر
اپنے گھر میں علمِ فوج سجا جاتا ہے
تھوڑی ہی دیر میں جعفرؑ کا علم آتا ہے

www.emarsiya.com

(۴۶)

حکمراں وہ کہ نہ ہو فیض رساں جس کا وجود
مسند اُس کی ہے جہاں میں جو کرے نام و نمود
قید پوتے کی نواسے کی یہاں ہے بے سود
رونا بے کار ہے کہہ کر پدرم سلطان بود
وہی وارث ہے بزرگوں کی جو عزت رکھے
اپنے قبضے کی جو شمشیر فصاحت رکھے

(۴۷)

جانشینی کو نہ بازیچۂ طفلاں سمجھو
مسندِ رشک کو نہ تختِ سلیماں سمجھو
ان خیالات کو بھی خوابِ پریشاں سمجھو
یہاں کے ہر ذرّہ کو وسعت میں بیاباں سمجھو
ہرگز آتی نہیں قابو میں رعیت اس کی
جس کو وہ دیتا ہے کرتا ہے حکومت اس کی

(۴۸)

یہ وہ کوچہ ہے قدم رکھنا ہے جس میں مشکل
یہ وہ صحرا ہے کہ جس میں نہیں کوئی منزل
یہ وہ دریا ہے کہ ملتا نہیں جس کا ساحل
تیرتے ڈرتے ہیں اس بحر میں فن کے کامل
نصف چلّر میں بسر عمر ہو گرداب وہ ہے
مبتدی کو جو ڈبو دیتا ہے پایاب وہ ہے

(۵۵)

اپنی پشتی پہ اگر ہو اسدِ شیرِ الٰہ
دیکھ لے آج جواں مردیاں دشمن کی سپاہ
کچھ خبر ہی نہ ہو گر کھائیں بھی زخمِ جانکاہ
دل یہی بولے کہ لڑتے ہیں علی کے ہمراہ
سر نہ ہو تن پہ مگر ہاتھ میں تلوار رہے
جوش ایسا ہو کہ پہروں یونہی پیکار رہے

(۵۶)

کبھی کہتے ہیں کہیں آئے نشانِ لشکر
جوش میں کرتے ہیں ذکرِ غزواتِ حیدرؑ
کہیں خندق کا بیاں ہے کہیں ذکرِ خیبر
شوق میں دیکھتے جاتے ہیں مگر جانب در
پردہ تحریک ہوا سے بھی جو ہل جاتا ہے
کہہ کے اُٹھ بیٹھتے ہیں سب کہ علم آتا ہے

(۵۷)

سج چکیں جب علمِ فوج وہاں زینبؑ زار
عرض کی شہؑ سے کہ کیا حکم ہے اے عرشِ وقار
بھر کے اک آہ یہ کہنے لگے شاہِ ابرار
دے دو عباس کو راحت کہ یہی ہیں حق دار
وارثِ عہدۂ شاہنشہِ ابرار بنیں
وہ پہر کے لئے لشکر کے علمدار بنیں

(۴۹)

زہر پانی ہے بلا خیز ہے ہر موجِ رواں
دم بدم ہوتے ہیں اس بحر میں گرداب عیاں
اس کے دامن میں سما جاتا ہے سحرِ نہاں
ہر حباب لب ساحل ہے طلسمِ طوفاں
دیکھ کر شورِ تلاطم نہ شناور ٹھیرے
زہرہ پانی ہو تو آموز جو دم بھر ٹھیرے

(۵۰)

جزر و مد دل کو نہیں ہوتا گوارا اس کا
تہاہ تو تہاہ نہیں ملتا کنارا اس کا
تیز ہے دھار سے تلوار کی دھارا اس کا
نہ نشیں ہو کے اُبھرتا نہیں مارا اس کا
اس میں پانی پہ ٹھہرنا بھی نہ آساں سمجھو
قطرہ قطرہ میں نہاں نوحؑ کا طوفاں سمجھو

(۵۱)

سن کے انصار میں ہوتے تھے یہ چرچے باہم
دیکھنا ہے کہ کسے ملتا ہے یہ اوج و حشم
پائیں گے حضرتِ عباس ہی سو ہاتھ علم
بھائی کے بھائی ہیں اور حملوں میں مثلِ ضیغم
فتح مشکل ہے اگر ہو نہ علمدار ایسا
چاہیئے ہے کہ رہے فوج کا سالار ایسا

(۵۸)

دیا زینبؑ نے جونہی رائت فوجِ اسلام
جلد ہمشیر کو بھائی کو کیا جھک کے سلام
تہنیت دینے لگے مل کے اعزا جو تمام
یہ تو مسرور ہوئے رونے لگے شاہِ انام
باپ کا عہدہ جو پایا تھا یہ خوش ہوتے تھے
فکرِ انجام سے شاہِ شہدا روتے تھے

(۵۹)

کل یگانہ ہوئے ہمراہ چلے شاہِ امم
شورِ ماتم ہوا رونے لگے سب اہلِ حرم
اک طرف رک گئے عباسِ علی لے کے علم
شہؑ برآمد ہوئے ڈیوڑھی سے بصد جاہ و حشم
اور سب ثانیٔ حیدرؑ کے چپ و راس آئے
پردہ اونچا کیا اکبرؑ نے تو عباس آئے

(۶۰)

جلوہ افروز شہِ دیں تھے بصد جاہ و حشم
باری باری رفقا ہوتے تھے تسلیم کو خم
ہٹتا تھا چوم کے ہاتھوں کو ہر اک پچھلے قدم
جوش میں جھوم کے سب پھرتے تھے پھر گردِ علم
تہنیت گاہ علمدارؑ کو سب دیتے تھے
کبھی آنکھوں سے پھریرے کو لگا لیتے تھے

(۵۲)

فوج کٹ جائے تو لڑ لینے کی ہمت بھی ہو
مرد پر زیب ہے جو وہ قد و قامت بھی ہو
تجربہ بھی ہو دلیری بھی ہو قوت بھی ہو
رعب ہو داب ہو چہرہ پہ جلالت بھی ہو
جس طرف جائے یہ غل ہو کہ دلیر آتا ہے
شان نعروں کی یہ کہتی ہو کہ شیر آتا ہے

(۵۳)

دلبلیں جرأر ہٹیں مورچے بڈھتا رہے شیر
دم بدم حملے ہوں شیرانہ کہ روباہ ہوں زیر
فتح کر لینے میں خیبر کے لگی تھی کیا دیر
بل یہی تھا کہ علمدار تھا حیدرؑ سا دلیر
فوج کفّار کے وہ سب آئے نشاں جن کو ملا
بات کہتے میں مہم سر ہوئی جب اُن کو ملا

(۵۴)

یوں تو مختار ہیں شہؑ جس پہ کریں لطف و کرم
کیا ہی اچھا ہو کہ عباسؑ کو مل جائے علم
دیکھیے آپ پھر اس چھوٹے سے لشکر کا حشم
تو سبھی چھوڑ کے میداں جو نہ بھاگیں اظلم
بوٹیاں کاٹتا شمرِ ستم ایجاد رہے
آخری جنگ بھی اسلام کی یہ یاد رہے

(۶۱)

حقِ آداب بجا لا چکے جب کُل انصار
آیا اصطبل سے شبدیز شہِ عرش وقار
سمتِ اسپ آئے جونہی سبطِ رسولِ مختار
تھامی جبریلؑ نے با فخر رکابِ رہوار
راکبِ دوشِ محمدؐ سرِ زیں بیٹھ گیا
صاف خاتم پہ جواہر کا نگیں بیٹھ گیا

(۶۲)

باگ لی اسپ چلا ساتھ ہوئے پیر و جواں
کھولا عباسؑ نے اُس چھوٹے سے لشکر کا نشاں
مہکا خوشبو سے پھریرے کی ہوا کا داماں
چمکا پنجہ بنا آئینۂ مہرِ تاباں
غیرت و شرم سے ساری کرنیں گڑنے لگیں
جھائیاں چہرۂ خورشید پہ بھی پڑنے لگیں

(۶۳)

رائت فوجِ حسینیؑ میں بندھا ہے پرچم
قولِ رحمت ہے کہ طوبےٰ پہ ہے یہ ابرِ کرم
آپ گھوڑے پہ لئے بیٹھے ہیں ہمشہؑ کا علم
دستِ موسیٰ میں سرِ طور ہے یا شمعِ حرم
سر پہ پیاسوں کے پھریرہ نہیں لہراتا ہے
اشربو کہتا ہے کوثر تو چھلک جاتا ہے

www.emarsiya.com

(۷۰)

تھے عجب جوش میں انصارِ شہنشاہِ امم
ہاتھوں دل بڑھتے تھے گھوڑے جو اُٹھاتے تھے قدم
تھی دعا ابنِ یدِ اللہ کے کام آئیں ہم
نام شبیرؑ کا لے لے کے نکل جائے دم
کبھی کہتے تھے کہ ہمت کو نہ ہارو یارو
ہاں بس اب ساقیِ کوثر کو پکارو یارو

(۷۱)

غل ہوا پیاسوں میں اے ساقیِ کوثر مددے
نفسِ احمدؐ مددے رحمتِ داور مددے
صاحبِ تیغِ دوسر قاتلِ انتر مددے
فاتحِ بدر و احد فاتحِ خیبر مددے
آخری جنگ ہے یہ وقت یہی نام کا ہے
المدد سامنا پھر کفر سے اسلام کا ہے

(۷۲)

نعرے کرتے ہوئے پہونچے جو یہ سارے ضرغام
قلب تھرا گئے دہشت سے چھپے بد انجام
جم گئیں جبکہ صفیں فوجِ حسینی کی تمام
ایک جا بہرِ ہدایت ہوئے استادہ امامؑ
دم بخود خوف سے کل تفرقہ پرواز ہوئے
جتنے باجے تھے وہ سب گوش بر آواز ہوئے

(۷۹)

سن کے تقریر یہ کہنے لگے وہ بد انجام
ہم کو ان باتوں سے مطلب نہیں یا شاہِ انام
ہے اگر کام تو بس طاعتِ حاکم ہے کام
کہہ کے یہ مستعدِ حرب ہوئی فوج تمام
باہر ایک ایک کی پھر میان سے تلوار ہوئی
جنگ کا طبل بجا تیروں کی بوچھار ہوئی

(۸۰)

بپھرے تیر آتے ہی شیرانِ نیستانِ جدال
خون آنکھوں میں اتر آیا تو عارض ہوئے لال
جوشِ الفت ہوا دل میں تو بصد استعجال
روک لی شہؑ کے سر و سینہ پہ عباسؑ نے ڈھال
رفقا آئے قریں رن کی اجازت مانگی
رکھ کے سر قدموں پہ شبیرؑ سے رخصت مانگی

(۸۱)

حسبِ ترتیب معیّن ملی ایک اک کو رضا
ناریوں کے لئے دروازۂ دوزخ ہوا وا
آنچ سے تیغ کی میدانِ وغا گرم ہوا
جو بڑھا تیغ بکف ہوگیا محشر برپا
تھے جو لشکر میں جیالے سے جیالے کاٹے
آنِ واحد میں رسالے کے رسالے کاٹے

(۶۷)

میں رہا دوش پہ جب تیغِ یدِ اللہ چلی
کفر کے حق میں ہوں برقِ غضبِ لم یزلی
بہرِ اسلام حفاظت کے لئے نادِ علیؑ
جب تو کاندھے پہ لئے ہیں مجھے عباسِ علیؑ
میرے لینے میں وہی طور ہیں اس صفدرؑ کے
دل یہی کہتا ہے ہوں دوش پہ میں حیدرؑ کے

(۶۸)

اللہ اللہ وہ اُس چھوٹے سے لشکر کا وقار
جس میں کچھ شہؑ کے یگانہ تھے تو کچھ تھے انصار
سر کٹانے کو رہِ حق میں تھے ایسے تیار
راہ میں دیر جو لگتی تھی تو وہ تھی انہیں بار
اُن کی خوشبو سے وہ بن رشک کا وہ گلشن تھا
چاند اُٹھارہ تھے جن سے کہ جہاں روشن تھا

(۶۹)

ہو بہو حضرتِ مسلمؑ کوئی شبرؑ کوئی
حشم و جاہ میں حمزہؑ کوئی جعفرؑ کوئی
کوئی تصویرِ نبیؐ ثانیٔ حیدرؑ کوئی
روحِ زہراؑ و دل و جانِ پیمبرؐ کوئی
چلے جاتے تھے ملک اشکوں سے منہ دھوتے ہوئے
ساتھ تھے حیدرؑ و زہراؑ و نبیؐ روتے ہوئے

(۷۶)

وطن آواروں پہ بے جرم نہ خنجر تانو
عدل کو اور قیامت کو بھی برحق جانو
کلمہ گویو نہ ستاؤ مجھے کہنا مانو
کون ہوں کس کا نواسہ ہوں مجھے پہچانو
کل نہ کہنا کہ ہم ان کو تو نہ پہچانتے تھے
یہی احمدؐ کے نواسے ہیں نہ یہ جانتے تھے

(۷۷)

مجھکو کہتے تھے نبیؐ لحمک لحمی اکثر
میرے بابا تھے علیؑ کہتے ہیں جن کو حیدرؑ
اور مادر تھیں تمہارے ہی نبیؐ کی دختر
تم کو زیبا ہے کہ تاراج کرو میرا گھر
یہ سمجھ کے نہ ستاؤ کہ مسلمان ہوں میں
یہ نہ سمجھو تو یہی سمجھو کہ مہمان ہوں میں

(۷۸)

جو کچھ اسلام بتاتا ہے وہی کام کرو
دین کو چھوڑ کے دنیائے دنی پر نہ مرو
کل کا کچھ دھیان ہے ہشیار ہو اے بے خبرو
دیکھو ہاتھ اپنے میرے خون میں ہرگز نہ بھرو
ساتھ اس طرح نہ یہ روزِ قیامت دیں گی
یہ سنائیں یہی تلواریں شہادت دیں گی

(۶۴)

پنجہ رائت کا یہ کہتا ہے لچک کر ہر دم
ہوں نشاں پنجتنیؑ مجھ سے ہے واقف عالم
بلبلِ فتح و ظفر کیوں نہ بھرے میرا دم
کس کے کاندھے پہ ہوں دیکھو تو میرا اوج و حشم
مرتبہ آج وہ پایا ہے کہ سب قائل ہیں
بنتِ زہراؑ سے سجا ابنِ علیؑ حامل ہیں

(۶۵)

جنگِ خیبر میں لیا فاتحِ خیبر نے مجھے
دوشِ اقدس پہ رکھا حمزہؑ و جعفرؑ نے مجھے
آبرو آج یہ دی سبطِ پیمبرؐ نے مجھے
کہ رکھا کاندھے پہ اب ثانیٔ حیدرؑ نے مجھے
فخر جو کچھ میں کروں سب وہ بجا ہے مجھکو
بارہا فاطمہؑ زہرا نے سجا ہے مجھکو

(۶۶)

لینے والا میرا ممتاز سے ممتاز ہوا
شقہ کھلتے ہی درِ فتح و ظفر باز ہوا
جنگِ خیبر میں تو اس طرح سرافراز ہوا
لطفِ محبوبِ الٰہی کا عیاں راز ہوا
چاہا لوگوں نے بہت کچھ نہ علمدار ہوئے
منتخب میرے لئے حیدرِؑ کرار ہوئے

(۷۳)

یوں مخاطب ہوئے لشکر سے امامِ عادل
اے مسلمانو ذرا دل میں ہو اپنے قائل
دکھ اُٹھاتا ہوا آپ آئے جو منزل منزل
بے خطا اُس کے ستانے سے تمہیں کیا حاصل
حق نے فرمایا ہے کیا ظالم و جابر کے لئے
لاکھوں خنجر ہیں کھنچے ایک مسافر کے لئے

(۷۴)

تم نے خط بھیجے بلایا مجھے آیا میں یہاں
کچھ تو انصاف کرو ہوں میں تمہارا مہماں
جو جو برتاؤ کئے تھے نہ یہ تم پر شایاں
انتہا ہو گئی یہ بند کیا آبِ رواں
فکر اس کی ہے کہ تاراج کرو گھر میرا
اب یہ مطلب ہے کہ ہو تن سے جدا سر میرا

(۷۵)

منشا اس سے یہ نہیں ہے کہ نہ لوٹو میرا گھر
مدعا یہ ہے ہو انجام تمہارا بہتر
وہ بہی خواہ ہوں کاٹو بھی اگر میرا سر
نہ برا چاہوں تمہارے لئے زیرِ خنجر
اُمت اُمت کی دمِ ذبح صدائیں نکلیں
حلق کٹنے میں بھی بخشش کی دعائیں نکلیں

www.emarsiya.com

(۸۲)

یوں چلی جنگ میں ہر ایک کی برّاں صمصام
بھاگتا پھرتا تھا ہر چار طرف لشکرِ شام
کس سے ہوسکتا تھا وصف اُن کے جہادوں کا تمام
مختصر یہ کہ جو ناصر تھے وہ سب آگئے کام
کبھی دیکھی نہیں یہ ہمتیں جرّاروں کی
لے لیا خلدِ بریں چھاؤں میں تلواروں کی

(۸۳)

بعد غیروں کے ہوئی شاہ پہ کیا کیا بے داد
وہ جنھیں جن کو سمجھتے تھے یہ اپنی اولاد
مرے مسلم کے پسر ہوگئی زینبؑ برباد
بڑھ گئی مرنے سے قاسم کے بہت بھائی کی یاد
دم سے جن جن کو لگائے تھے نہ وہ پاس رہے
اجڑے لشکر میں فقط اکبرؑ و عباسؑ رہے

(۸۴)

یہ بھی ہیں گلشنِ فردوس بسانے والے
بشر یہ کہتے ہیں کہ ہیں رن میں یہ جانے والے
راحتِ اکدم کی مسافر نہیں پانے والے
اتنے داغوں پہ ہیں یہ داغ اُٹھانے والے
ہائے کچھ دیر میں اب ان کا بھی ماتم ہوگا
کہیئے انصاف سے کیا شاہؑ کا عالم ہوگا

(۹۱)

رو کے شہؑ نے کہا ان ہاتھوں کو رکھے اللہ
ہے امید اس سے زیادہ مجھے خالق ہے گواہ
جاتے ہی سر کو میرے کاٹ نہ لیں گے بدخواہ
اے مرے شیر ابھی سے ہے یہ غصہ کی نگاہ
کوئی مشکل ہے سوئے لشکرِ غدّار آنا
وقت وہ آئے تو تم کھینچ کے تلوار آنا

(۹۲)

عرض کی مجھ سے نہ ہوگا کہ میں دیکھوں یہ ستم
ہے غضب گھیر لے آقا کو سپاہِ اظلم
یہی حسرت تھی کہ ان قدموں پہ نکلے میرا دم
مختصر اب رہوں اُس وقت کا یا شاہؑ اہم
دل پر اپنے ادھر صدمہ و ایذا گزرے
جاؤں جب تک نہیں معلوم وہاں کیا گزرے

(۹۳)

رن کی ایک ایک نے حضرتؑ سے اجازت پائی
حملے لاکھوں پہ کئے دادِ شجاعت پائی
اپنے آقا سے ہر اک شخص نے عزت پائی
یہ تو سب ایک طرف دین کی دولت پائی
ضبط تقدیروں پہ ان سب کی مجھے آتا ہے
خادمِ خاص ہی محروم رہا جاتا ہے

(۸۵)

روتے ہیں لاش سے قاسمؑ کی لپٹ کر سرورؑ
پاس ہیں اکبرؑ و عباسؑ بھی با دیدۂ تر
رو کے شہؑ کہتے ہیں کیا شکل بنائی دلبر
ہائے اس دن کے لئے چھوڑ گئے تھے شبّرؑ
اُٹھو بیٹا دلِ غمگیں پھٹا جاتا ہے
بھائی کی روح سے رہ رہ کے حجاب آتا ہے

(۸۶)

کہا عباسؑ نے ہے میرے لئے شرم کی جا
مجھکو بابا نے اسی دن کے لئے تھا پالا
بولے اکبرؑ کہ میں شرمندہ عمو سے ہوا
کام آجائے بھتیجا رہے زندہ بیٹا
داغ اس امر کا اب میں قبر میں لے جاؤں گا
سامنے دادا کے جاتے ہوئے شرماؤں گا

(۸۷)

مدّعا سمجھے تو چپ ہوگئے با صد غم و آہ
حال کے ذکر پہ بھائی سے یہ کہنے لگے شاہؑ
ان کو موت آگئی سب ہوں گے وہاں چشم براہ
بختی ہوگی در خیمہ سے نہ مادر کی نگاہ
دیر ہونے سے بہت ہوگی پریشاں بھائی
چلتی ہوں گی دلِ بے تاب پہ چھریاں بھائی

(۹۴)

خوں میں جوش آیا مگر آپ سے ناچار رہے
ورنہ سب فوج کٹے اور علمدارؑ رہے
تیغ قبضہ میں ہو اور حسرتِ پیکار رہے
پھر تو بیکار ہے کس واسطے تلوار رہے
دل کے سو ٹکڑے ہوئے ظلم و ستم دیکھنے سے
برچھیاں پڑتی ہیں اب تیغ دو دم دیکھنے سے

(۹۵)

آپ فرمائیں کہ شرمندہ نہ ہوں گے بابا
جس گھڑی خلد میں رو کر یہ کہیں گی زہراؑ
نام اسی کا ہے محبت اسے کہتے ہیں وفا
میرے بچے کو زمیں پر تہِ خنجر دیکھا
ہائے کس وقت میں عباسؑ نے جاں پیاری کی
بھائی نے بھائی سے کیا خوب وفاداری کی

(۹۶)

صدقہ اکبرؑ کا مجھے رن کی اجازت مل جائے
دولتِ عز و شرف ان کی بدولت مل جائے
راحتِ آلام سے ہو اجرِ شہادت مل جائے
منہ سے ہاں کہہ دیں کلید درِ جنّت مل جائے
وقت ہے اُمتِ عاصی پہ فدا کرنے کا
آج دن ہے مجھے قدموں سے جدا کرنے کا

(۸۸)

یہ بھی اک فرض ہے بہتر ہے کہ ہوجائے ادا
چل کے دیں زوجۂ شبّرؑ کو پسر کا پرسا
مل کے ہر ایک سے پھر آئیں سوئے دشتِ وغا
ختم دنیا کے مصائب ہوں کٹے خشک گلا
اپنی آنکھوں سے نہ اب ظلم کسی پر دیکھیں
آئے وہ وقت کہ ہم شر کا مخبر دیکھیں

(۸۹)

روئے اور کانپ کے عباسِ دلاور بولے
اُس کی طاقت ہے کہ وہ آپ پہ خنجر تولے
پہلے اس تیغ دو پیکر سے تو جاہر ہولے
فرض خادم کا یہی ہے نہ کمر اب کھولے
ہو اجازت عوضِ بغض ابھی لیتا ہوں
کاٹ کر سر انہیں قدموں پہ رکھے دیتا ہوں

(۹۰)

کچھ تردّد نہیں ہو لشکرِ جرّار اِدھر
سر ہتھیلی پہ لئے ہوں مجھے کس بات کا ڈر
جب تلک میان میں تلوار ہے اور دوش پہ سر
دم کسی کا ہے کہ حضرتؑ پہ کرے چشمِ نظر
کوئی کر سکتا ہے یہ ظلم و ستم ساتھ اپنے
تیغ قبضہ میں نہیں کٹ گئے کیا ہاتھ اپنے

(۹۷)

نہ مروں آج تو کچھ زیست کا حاصل ہی نہیں
زور کیا اپنا کہ حضرتؑ کا وہ اب دل ہی نہیں
نام فردِ شہدا میں میرا شامل ہی نہیں
اپنا منہ کوثر و تسنیم کے قابل ہی نہیں
داغ اُٹھانے سے تو بہتر وہیں مرجانا تھا
ایسی قسمت تھی تو بیکار یہاں آنا تھا

(۹۸)

زندہ رہ کے ستم فوجِ بد اختر دیکھوں
خیمے لٹتے ہوئے اور جلتے ہوئے گھر دیکھوں
سر سے زینبؑ کے اترتے ہوئے چادر دیکھوں
لوٹتے سیدِ سجادؑ کا بستر دیکھوں
ہو کے مجبور مقید ہوں ستمگاروں میں
ساتھ رانڈوں کے پھروں شام کے بازاروں میں

(۹۹)

اس غم انگیز بیاں نے تو غضب کر ڈالا
پڑ گیا دکھتے ہوئے دل پہ ستم کا بھالا
پھر گیا نظروں میں جو جو کہ تھا ہونے والا
رو کے بھائی سے یہ کہنے لگے شاہؑ والا
یہ ستم عابدِؑ بیمار پہ پیہم ہوں گے
نہ تمہیں ہوں گے برادر نہ ہم اُس دم ہوں گے

www.emarsiya.com

(۱۰۰)

سن کے تقریر یہ عباسِ دلاور روئے
ہچکیاں بندھ گئیں اتنا علی اکبرؑ روئے
دل کے سو ٹکڑے ہوئے یوں شہِ صفدر روئے
کبھی بیٹے کبھی بھائی سے لپٹ کر روئے
نظر اُمت پہ جو کی صبر کے پہلو نکلے
واہ رے ضبط نہ پھر آنکھ سے آنسو نکلے

(۱۰۱)

رو کے بھائی سے یہ کہنے لگے شاہِ شہدا
خوب حالِ دلِ شبیرؑ سے واقف ہے خدا
کہ ہمیشہ تمہیں اولاد سے بڑھ کر سمجھا
یہی باعث ہے کہ اب تک نہ دیا اذنِ وغا
غم اُٹھانے کا تمہارے نہیں یارا ہے مجھے
جاؤں میں یا علی اکبرؑ یہ گوارا ہے مجھے

(۱۰۲)

خلق میں طرۂ دستارِ شجاعت ہو تم
سالکِ جادۂ اسرارِ محبت ہو تم
بشت و کوثر و تسنیم کی زینت ہو تم
بخدا زیب دہِ فردِ شہادت ہو تم
قحط ایسا نہ پڑا ہے نہ پڑے گا عباسؑ
اس طرح کوئی لڑا ہے نہ لڑے گا عباسؑ

(۱۰۳)

وہ جہاد آج کرو گے کہ جو دیکھا نہ سنا
سرخرو ماں سے بھی نانا سے بھی ہوں گے بابا
سر سے سینہ کو لگائیں گے رسولِؐ دوسرا
رو کے ان شانوں کو چومیں گی جنابِ زہراؑ
سب شہیدوں کو تمہیں دیکھ کے غبطہ ہوگا
وہ تو میں کیا کہوں جو حال تمہارا ہوگا

(۱۰۴)

دل کو تسکین ہوئی اب بھی چلو گے کہ نہیں
ہوں گی سیدانیاں واں مضطر و مغموم و حزیں
دل نہ تھوڑا کرو تم داغ اُٹھائیں گے ہمیں
آؤ ہو جائے گا طے مرحلہ رخصت کا وہیں
تم کو یا اکبرؑ ناشاد کو رخصت دیں گی
جس کو چاہے گی بہن اُس کو اجازت دیں گی

(۱۰۵)

بولے بھائی سے یہ عباسِ بعہد نالہ و آہ
گھر میں جاتے ہوئے شرماتا ہوں خالق ہے گواہ
ٹالنا حکم کا لیکن میں سمجھتا ہوں گناہ
یہی مرضی ہے اگر آپ کی تو بسم اللہ
آپ بابا کی طرح کرتے ہیں شفقت مجھ پر
ہوں غلام آپ کا ہے فرض اطاعت مجھ پر

(۱۱۲)

گھر بسانے کے میرے دل میں بڑے تھے ارماں
نام پر بیاہ کے ہو جاتی تھی شاداں مری جاں
دن گنا کرتی تھی تم ہو کہیں جلدی سے جواں
انہیں ذکروں میں رہا کرتی تھی غلطاں پیچاں
کیسا مضبوط تھا دل تھا جو سہارا بیٹا
اب کس امید پہ کاٹوں گی رنڈاپا بیٹا

(۱۱۳)

روٹھ کے مجھ سے کہاں آج سدھارے آؤ
میرے مرقد کے چراغ آنکھوں کے تارے آؤ
میری جاں میرے کلیجے میرے پیارے آؤ
آؤ اے ماں کے رنڈاپے کے سہارے آؤ
کس کی باتوں سے اب اپنے تئیں بہلاؤں گی
دل جو تڑپے گا تو کیا کہہ کے میں سمجھاؤں گی

(۱۱۴)

ہو گئے سجتے ہی ہتھیار تم اب ایسے نڈر
یہ سفر دور کا طے ہوگا مری جاں کیوں کر
ملنے آ جاتے تو لے لے کے بلائیں مادر
پھونک دیتی تیرے بازو پہ دعائیں پڑھ کر
ماں تھی ارمان بھری لاش جو آتی پیارے
تیری میت ہی کو چھاتی سے لگاتی پیارے

(۱۱۵)

ان کہے پہلے تو ایسے نہ تھے مادر ہو فدا
آج کیا ہے کہ نہیں کرتے سماعت املا
سن یہ کچھ زخم یہ اور اس پہ یہ جنگل کی ہوا
غیبیں پڑ جائیں گی گھر میں چلے آؤ بیٹا
اور کیا بس کہ ہے محتاج دوا کی پیارے
پٹیاں باندھتی ماں اپنی ردا کی پیارے

(۱۱۶)

لوگ کہتے ہیں کہ اس سن کی نہ ٹوٹے کوپل
کاش آجاتی تمہیں بسترِ راحت پہ اجل
ہائے یہ دھوپ یہ لو اور یہ میداں چٹیل
ریگ پر سوتے ہو کھائے ہوئے برچھی کا پھل
صدقے مادر ہو یہی شان ہے جرآروں کی
نعشِ صد پاش پہ بھی چھاؤں ہے تلواروں کی

(۱۱۷)

قبر کی رات ہوا کرتی ہے پہلی بھاری
دشت یہ وہ ہے کہ ہو اور بھی ہیبت طاری
خون کی بو پہ درندے اگر آئیں واری
نہ دہلنا کہ شہیدوں پہ ہے فضلِ باری
تیری حالت پہ وہ سب رو کے چلے جائیں گے
ڈر لگے گا جو تجھے شیرؑ خدا آئیں گے

(۱۱۸)

سن کے یہ جانبِ در بیبیاں مضطر دوڑیں
باؤ گہوارہ میں اصغرؑ کو لٹا کر دوڑیں
یا علی کہتی ہوئی دخترِ حیدرؑ دوڑیں
سینہ زن خاک بسر زوجۂ شبرؑ دوڑیں
یہ دعائیں تھیں کہ ہو خیر سے آنا یارب
میرے بچے کو ہر آفت سے بچانا یارب

(۱۱۹)

بولے بھائی سے یہ عباسِ بعہد نالہ و آہ
گھر میں جاتے ہوئے شرماتا ہوں خالق ہے گواہ
ٹالنا حکم کا لیکن میں سمجھتا ہوں گناہ
یہی مرضی ہے اگر آپ کی تو بسم اللہ
آپ بابا کی طرح کرتے ہیں شفقت مجھ پر
ہوں غلام آپ کا ہے فرض اطاعت مجھ پر

(۱۲۰)

گھر بسانے کے میرے دل میں بڑے تھے ارماں
نام پر بیاہ کے ہو جاتی تھی شاداں مری جاں
دن گنا کرتی تھی تم ہو کہیں جلدی سے جواں
انہیں ذکروں میں رہا کرتی تھی غلطاں پیچاں
کیسا مضبوط تھا دل تھا جو سہارا بیٹا
اب کس امید پہ کاٹوں گی رنڈاپا بیٹا

(۱۲۱)

روٹھ کے مجھ سے کہاں آج سدھارے آؤ
میرے مرقد کے چراغ آنکھوں کے تارے آؤ
میری جاں میرے کلیجے میرے پیارے آؤ
آؤ اے ماں کے رنڈاپے کے سہارے آؤ
کس کی باتوں سے اب اپنے تئیں بہلاؤں گی
دل جو تڑپے گا تو کیا کہہ کے میں سمجھاؤں گی

(۱۲۲)

ہو گئے سجتے ہی ہتھیار تم اب ایسے نڈر
یہ سفر دور کا طے ہوگا مری جاں کیوں کر
ملنے آ جاتے تو لے لے کے بلائیں مادر
پھونک دیتی تیرے بازو پہ دعائیں پڑھ کر
ماں تھی ارمان بھری لاش جو آتی پیارے
تیری میت ہی کو چھاتی سے لگاتی پیارے

(۱۲۳)

کہہ کے یہ بیٹھ گئے خاک پہ شاہِ شہدا
بیبیاں رونے لگیں ہوگیا محشر برپا
جوشِ رقت میں کسی کے نہ رہے ہوش بجا
مادرِ قاسمِ ناشاد نے سر دے پٹکا
رو کے چلائیں کہ جنگل کو بسایا بیٹا
رانڈ ماں کا بھی تمہیں دھیان نہ آیا بیٹا

www.emarsiya.com

(۱۱۸)

پرسہ دے کر اُٹھے عباسِ علی اور اکبرؑ
دے کے تسکین کہا شہؑ نے یہ بادیدۂ تر
کہتے ہم تم سے کہ سمجھو علی اکبرؑ کو پسر
ان کے بچ جانے کی ہوتی ہمیں امید اگر
دل کا جو حال ہے اس وقت خدا عالم ہے
جانے والے ہیں یہ بھی جہاں قاسم ہے

(۱۱۹)

سن کے یہ دنگ ہوئیں بھول گئیں آہ و بکا
دیکھ کر منہ شہؑ والا کا یہ خواہر نے کہا
پرسہ دینے میں بھلا فرض تھا کیا ذکر ان کا
قالِ بد ان کی زباں سے نہ نکالو بھیا
یوں تو جو چاہے کرے ہے وہی مالک سب کا
قلب قابو میں نہیں مل گیا دل زینبؑ کا

(۱۲۰)

شہؑ نے فرمایا کہ ہاں تم کو نہیں اس کی خبر
دیکھ کر میتِ قاسم یہ ہوئے تھے مضطر
ظاہر اُس وقت کی باتوں سے ہوا عزمِ سفر
یہ تو یہ مرنے پہ عباسؑ نے باندھی ہے کمر
جو میرا حال ہے پوچھے کوئی میرے دل سے
پرسہ دینے کو بھی یہ آئے ہیں بڑی مشکل سے

(۱۲۱)

ان کو زیبا ہے کہ اس وقت میں یہ منہ موڑیں
ہو کے ہم خاک بسر چار طرف سر پھوڑیں
غم میں ان کے ہو کر غم تو یہ بازو توڑیں
یہی مرضی ہے تو بہتر ہمیں تنہا چھوڑیں
دل میں یہ غور کریں خلد کے جانے والے
ایسے ہوتے ہیں کہیں لاش اُٹھانے والے

(۱۲۲)

چھوٹے بھائی سے کہا حضرتِ زینبؑ نے کہ ہاں
سچ کہا سچ کہا بھائی نے بہن ہو قرباں
ایک اگر قوتِ بازو ہے تو ایک راحتِ جاں
دل یہ چاہے گا کہ ہو جائیں یہ نظروں سے نہاں
گھاؤ جب قلب پہ کھاتے ہیں وہی کیا کم ہیں
جن سے مضبوط ہے دل اب وہ بھی دو دم ہیں

(۱۲۳)

آئی ناگاہ سکینہؑ کے بلکنے کی صدا
بولے گھبرا کے علمدارِ شہؑ ہر دوسرا
دیکھیے پیاس سے بچہ کوئی شاید رویا
کہا زینبؑ نے بھتیجی ہے تمہاری بھیا
صبح سے آج یونہی اشکوں سے منہ دھوتی ہے
جاں بلب پیاس سے ہے چیختی ہے روتی ہے

(۱۲۴)

عرض کی زینبِ ناشاد سے بادیدۂ تر
آپ فرمائیں کہ یہ حال میں دیکھوں کیوں کر
سن کے رونے کی صدا چل گیا دل پر خنجر
ہم ہوں اور پیاس کی ایذا ہو یہ معصوموں پر
پانی لے آئے جو عباسؑ کو رخصت مل جائے
پیاس کا صدقہ سکینہؑ کی اجازت مل جائے

(۱۲۵)

بنتِ زہراؑ نے کہا رو کے برادر جاؤ
خون کے پیاسوں میں اے شاہِ حیدرؑ جاؤ
داغ اُٹھائے گی تمہارے بھی یہ خواہر جاؤ
اے مددگارِ شہؑ بے کس و بے پر جاؤ
راہِ معبود میں اپنے تئیں قربان کرو
پیاس پر بالیِ سکینہؑ کی فدا جان کرو

سلام

کوئی کہہ سکتا تھا اُمت پر فدا ہو جائیں گے
ڈوبتے بیڑے کے بہتر ناخدا ہو جائیں گے
جب نمایاں چشم میں اوجِ عزا ہو جائیں گے
دل کے آئینے کے جوہر آئینہ ہو جائیں گے
کیا خبر تھی مال و زر لٹنے کے بعد اے کربلا
چادرِ تطہیر والے بے ردا ہو جائیں گے
مے کدہ پہونچیں گے بے دل میں جو پینے کی امنگ
ولولے بڑھ کر نجف کے رہنما ہو جائیں گے
عاصی و خالی کو مل جائے گی تھوڑی سی جگہ
دفن تجھ میں ہم بھی کیا اے کربلا ہو جائیں گے
عاصیوں کے ذکر پر بچپن میں کہتے تھے حسینؑ
ذبح ہوتے وقت مصروفِ دعا ہو جائیں گے
ہوگا مر مٹنے پہ بھی اعجاز خطِ اہلِ بیتؑ
خاک ہو کر قبر میں خاکِ شفا ہو جائیں گے
دل قوی ہے کیا بنائیں گے میرا منکر نکیر
ان سے پہلے قبر میں مشکل کشا ہو جائیں گے

کہہ کے یہ کرتی ہیں تر رومال اشکوں سے بتول
میرے بچے کے یہی آنسو دوا ہو جائیں گے
باگ لی عون و محمدؑ نے تو بچپن بول اُٹھا
چنتی دو پھول ہیں تازی ہوا ہو جائیں گے
تھام کر دامن سکینہؑ نے کہا میرے چچا
لائیے پانی نہیں تو ہم خفا ہو جائیں گے

رباعی

صد شکر کہ تقدیر رسا آج ہوئی
یہ نظم مری نظم کی سرتاج ہوئی
کی مدحت مداحِ نبیؐ شاہ دکن
منبر پہ ملا اوج یہ معراج ہوئی

رباعی

قائم رہے سر پہ ذوالمنن کا سایا
ہے زینتِ تاجِ مجتبیٰ کا سایہ
ہیں کرم و رحم میں اعلیٰ حضرت
ہم سب پہ رہے شاہ دکن کا سایا

رباعی

آئینہ مملکت کے جوہر ہیں یہ
کم ہے جو کہوں فخرِ سکندر ہیں یہ
کیا رتبہ بیاں کروں میں اللہ اللہ
مداحِ دل و جانِ عشرتؑ ہیں یہ

(یہ رباعیات حیدرآباد دکن میں نواب میر عثمان علی بہادر کے حضور میں پڑھی گئیں)